پرامن معاشرے کی تشکیل میں اسلامی حدود کی ضرورت وافادیت

عطاالمصطفیٰ *

محمد اقبال **

Abstract

The present study has tried to prove that most of the Jurists besides *Ahnaf* are of the opinion that the crimes upon which Hadd is imposed are seven in number: *Zina, Sariqa, Qazaf, Shurb-e-khamr, Harabah, Irtidaad and Qisas*. On the contrary, most of the *Ahnaf* describe them as five in number: *Zina, Sariqa, Qazaf, Shurb-e-Khamr and Suqer* and they consider *Haraba* parallel to *Sariqa*. According to the *Ahnaf, Hadd* is imposed on the punishment of those crimes which are related specifically to the rights of Allah, whereas most of the Jurists don’t differentiate among the rights of Allah and the rights of the people in terms of defining the Hadd. According to them, Hadd can also be imposed on *Qisas* but according to *Ahnaf, Hadd* cannot be applied on *Qisas*. The purpose of the imposition of *Hadood* is to reform the people for the establishment of peace in society avoiding the conflict and violence. The concept *of Hadood* is found not only in Islam but other religions have also focused on them. The crimes that are directly related to rights of Allah as *Zina* and drinking alcohol, cannot be exonerated even by the court of law and further, the crimes that are related both to the rights of Allah and rights of the people can be exonerated when it is among the convicted but when reaches to the court of law, cannot be

* عطاالمصطفیٰ، ریسرچ اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، نمل یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

** ڈاکٹر محمد اقبال، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی، نمل یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

exonerated even by the court of law. In the imposition of *Hadood*, the unlawful relief and tolerance is strongly condemned as in this case, the purpose of Hadood gets wasted.

KEYWORDS: *Hadood, Society, peace, religions, reformation.*

انسانی زندگی کے لئے پرامن معاشرے کی ہمیشہ سے ضرورت رہی ہے، اسی مقصد کے لئے انبیاء کرام کو مختلف ادوار واقوام میں مبعوث کیا گیا، جہاں وہ احکامات الہیہ کو نافذ کرنے میں کوشاں رہے، نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ میں پرامن معاشرہ قائم کر کے ایک ایسی مثال قائم کر دی، جس سے آنے والی نسلیں روشنی حاصل کرتی رہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے آپ کی دی ہوئی تعلیمات اور احکامات کو لے کر پرامن معاشرے کی تشکیل میں ایسا کردار پیش کیا کہ دنیا میں تاریخ رقم کر دی، یہی وجہ ہے کہ آج جرمنی میں "عمرلاز" کے نام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے قوانین کو سرکاری سطح پر نافذ کیا ہوا ہے جس سے اسلامی قوانین کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے-اسلامی حدود اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں کیونکہ جس ذات نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ ان کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں، جس طرح کہ آیت قرآنی اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے متنبہ کرتی ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (۱)

"اور تمہارے لئے قصاص میں بہتری ہے اے عقل والو۔"

قرآنی حدود جو اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو عطا کی گئی ہیں آج بھی ان کو نافذ العمل کیا جائے تو ایک پر امن معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں چند مخصوص جرائم کو بیان کیا گیا ہے جیسے زنا، چوری، ڈاکہ زنی، قذف اور شراب نوشی وغیرہ۔ ان میں سے بعض کی سزائیں بھی بیان کی گئی ہیں، جنہیں شریعت میں حدود اور قصاص کا نام دیا گیا ہے اور بعض جرائم کی سزاؤں کو قاضی پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ جرم، مجرم اور زمانے کے حالات کے تقاضوں کے مطابق سزا کا انتخاب کر سکے، جنہیں تعزیر کا نام دیا گیا ہے۔ یہ سزائیں محض بندوں کی اصلاح اور مفاد کیلئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ لوگ ان جرائم سے محفوظ رہ کر امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں، جیسا کہ ان کی علت کے بارے میں کہا گیا ہے:

لأنها تمنع من الوقوع في مثل الذنب۔ (۲)

یعنی یہ حدود اور سزائیں گناہ میں واقع ہونے سے روکتی ہیں۔

تاکہ معاشرے کو فتنہ وفساد اور ظلم سے بچایا جاسکے۔ لہذا کسی بھی معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور اسے

پرامن بنانے کے لیے، اس میں سزاؤں کا نفاذ بے حد ضروری ہے۔

جہاں نفاذ حدود میں نرمی برتی جاتی ہے یا غریب و امیر میں فرق کیا جاتا ہے ان معاشروں میں امن و سکون کا میسر ہونا تو دور کی بات، وہ ریاستیں ترقی و خوش حالی سے بھی محروم رہ جاتی ہیں، سزاؤں کے عدم نفاذ کی وجہ سے ریاستیں زبوں حالی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ کسی بھی اسلامی معاشرے کو امن و سکون، ترقی و خوش حالی کی نعمت سے سرفراز کرنے کے لئے اسلامی حدود کی اہمیت وضرورت کو جاننا اور انہیں نافذ العمل بنانا بے حد ضروری ہے، نیز اسلامی سزاؤں کو سنگین سمجھنا، ان میں پوشیدہ حکمتوں سے ناواقف ہونے کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالی ارحم الراحمین ہے جس نے ہمارے لئے یہ سزائیں مقرر کی ہیں یقیناً ان میں ہمارے لئے بہتری ہے، نیز یہ سزائیں اسلام ہی نے متعارف نہیں کرائیں، بلکہ ان کا وجود سابقہ الہامی مذاہب میں بھی افراط و تفریط کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ مقالہ ہذا اسلامی حدود کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی ضرورت وافادیت کو واضح کرتا ہے نیز اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب سے اس جیسی چند مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی سزائیں سنگین نہیں بلکہ سنگین ترین جرائم کو روکنے والی ہیں، اور یہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ دیگر مذاہب میں بھی موجود تھی اور ہیں۔

حد کی لغوی تعریف

حدود حد کی جمع ہے، جس کا مادہ: ح د د ہے اور لغوی اعتبار سے اس کے متعدد معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنی روکنا بھی ہے، جیسا کہ علامہ جرجانی حد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الحدود: جمع حد، وهو في اللغة المنع (۳)

"حدود حد کی جمع ہے اور لغت میں اس کا معنی ہے منع کرنا۔"

اس لیے چوکیدار کو عربی میں "حداد" کہاجاتا ہے کیونکہ وہ بھی لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ زکریا انصاری لکھتے ہیں:

وَمِنه سمي البواب حدادا لمَنعه النَّاس عَن الدُّخُول فِي الدَّار۔ (۴)

"اسی لئے چوکیدار کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔"

ابن منظور حد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الحَدُّ: الْفَصْلُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ لِئَلَّا يَخْتَلِطَ أَحدهما بِالْآخَرِ أَو لِئَلَّا يَتَعَدَّى أَحدهما عَلَى الْآخَرِ، وَجَمْعُهُ حُدود. وَفَصْلُ مَا بَيْنَ كُلِّ شَيْئَيْن: حَدٌّ بَيْنَهُمَا. وَمُنْتَهَى كُلِّ شَيْءٍ: حَدُّه، وَمِنْهُ: أَحد حُدود الأَرضين وحُدود الْحَرَمِ وَفِي الْحَدِيثِ فِي صِفَةِ الْقُرْآنِ: لِكُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ۔ (۵)

"دوچیزوں کے درمیان روکاوٹ کو حد کہتے ہیں تاکہ دونوں آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں اور اس کی جمع حدود ہے، اور ہر دوچیزوں کے درمیان حدِ فاصل کو بھی حد کہتے ہیں اور اسی طرح کسی چیز کی انتہاء کو بھی حد کہتے ہیں، جیسا کہ کہاجاتا ہے "دوز مینوں کے حدود کا تعین کیا گیا" اور "حرم کے حدود، اور حدیث میں قرآن کی صفت میں آیا ہے (لکل حرف حد ولکل حد مطلع)۔"

حد کی اصطلاحی تعریف

امام نسفی حد کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحد عقوبة مقدرة لله تعالي (۶)

"حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔"

جبکہ جرجانی حد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وفي الشرع: عقوبة مقدرة وجبت حقًا لله تعالى (۷)

"شریعت کی اصطلاح میں حد سے مراد ایسی سزا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔"

علامہ ابن منظور حد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحُدُود اللهِ تَعَالَى: الأَشياء الَّتِي بيَن تَحْرِيمَهَا وَتَحْلِيلَهَا، وأَمر أَن لا يُتعدى شَيْءٌ مِنْهَا۔ (۸)

"حدود اللہ سے مراد وہ امور ہیں جن کی حلت و حرمت اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہے، اور ایسا حکم ہے کہ ان سے کچھ بھی تجاوز نہ کیا جائے۔"

حدود اللہ کی قسمیں

ماہر لغت علامہ زبیدی حدود کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَحُدود اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، ضَرْبَانِ: ضَرْبٌ مِنْهَا حُدود حَدَّها لِلنَّاسِ فِي مَطَاعِمِهِمْ وَمَشَارِبِهِمْ وَمَنَاكِحِهِمْ وَغَيْرِهَا مِمَّا أَحل وَحَرَّمَ وأَمر بِالِانْتِهَاءِ عَمَّا نَهَى عَنْهُ مِنْهَا وَنَهَى عَنْ تَعَدِّيهَا، وَالضَّرْبُ الثَّانِي عُقُوبَاتٌ جُعِلَتْ لِمَنْ رَكِبَ مَا نَهَى عَنْهُ كَحَدِّ السَّارِقِ وَهُوَ قَطْعُ يَمِينِهِ... ، وَكَحَدِّ الزَّانِي الْبِكْرِ وَهُوَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَكَحَدِّ الْمُحْصَنِ إِذا زَنَى وَهُوَ الرَّجْمُ، وَكَحَدِّ الْقَاذِفِ وَهُوَ ثَمَانُونَ جَلْدَةً۔ (۹)

"حدود اللہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو اللہ تعالی نے انسان کے کھانے، پینے اور ان کے ازدواجی معاملات میں ان کیلئے مقرر کی ہیں اور ممنوع کردہ چیزوں سے رکنے اور ان سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور حدود کی دوسری قسم وہ سزائیں ہیں جنہیں اللہ تعالی نے بعض جرائم کے ارتکاب کی پاداش میں مقرر کی ہیں، جیسا کہ حد سارق یعنی چور کی سزا ہاتھ

کاٹنا ہے اور غیر شادی شدہ زانی کی حد سو کوڑے اور ملک بدر کرنا اور شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے۔ قاذف یعنی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والے کی حد اسی کوڑے ہے۔"

لغوی اور اصطلاحی تعریف میں مناسبت

ان سزاؤں کو حد اس لئے کہتے ہیں کہ حد کا لغوی معنی ہے روکنا، حدود اللہ کو نافذ کرنے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ سزاؤں کے ذریعے لوگوں کو جرائم اور ظلم سے روکا جائے اور نفاذ حدود سے جرائم کا سدباب ہو جائے۔ جیسا کہ لسان العرب میں ہے:

سُمِّيَتْ حُدُودًا لأَنها تَحُدّ أَي تَمْنَعُ مِنْ إِتيان مَا جُعِلَتْ عُقُوبَاتٍ فِيهَا۔ (۱۰)

"ان کو حدود اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگوں کو جرائم کے ارتکاب سے روکتی ہیں۔"

نیز حدود اللہ، اللہ تعالی کے محارم یعنی ممنوعات ہیں ان کے قریب جانے سے روکا گیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا۔ (۱۱)

"یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں پس ان (کے توڑنے) کے نزدیک نہ جاؤ۔"

جیسا کہ چوری، شراب نوشی اور زنا ہے، یہ اللہ کی طرف سے حرام کردہ چیزیں ہیں گویا یہ اللہ تعالی کی ممنوع حدیں ہیں ان سے تجاوز کرنا حرام ہے اور اس کا مرتکب سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا۔ (۱۲)

"یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، پس تم ان سے آگے مت بڑھو۔"

حد کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف

حد کی تعریف میں احناف اور جمہور فقہاء کے درمیان اختلاف کی تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کے نزدیک حد کی تعریف

عقوبة مقدرة وجبت حقا لله (۱۳)

"احناف کی اصطلاح میں حد اس سزا کو کہتے ہیں جو شرعا مقرر ہو اور بطور حق اللہ واجب ہو۔"

یعنی جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، کیونکہ سزاؤں میں سے بعض ایسی ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، یہ ایسے جرائم ہوتے ہیں جن کے اثرات صرف فرد واحد پر نہیں بلکہ سوسائٹی پر ہوتے ہیں اور ان سے پورے معاشرے میں تباہی پھیلتی ہے، نیز یہ سزا معاف نہیں ہو سکتی، جب ایک بار مقدمہ عدالت میں پیش ہو جائے پھر اس میں معافی یا صلح کی

کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی جیسے حد زنا اور حد خمر، یعنی شراب کی حد، اور بعض سزائیں ایسی ہیں جن کا تعلق دونوں سے ہے، حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی ہے، جیسے حد قذف اور حد سرقہ۔ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نقل کرتے ہیں:

إن بعض هذه الحدود كحد الزنا وشرب الخمر حق خالص لله تعالى، أي حق للمجتمع، وبعضها الآخر مثل حد القذف فيه حق لله وحق للعبد، أي أنه يشترك فيه الحق الشخصي والحق العام۔ (۱۴)

''ایسے جرائم جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہو اس کے بارے میں علماء نے کہا ہے یہ ابتداء تو حقوق العباد میں شامل ہیں یعنی جب تک عدالت میں فیصلہ نہیں جاتا، لیکن جب معاملہ عدالت تک پہنچ جائے تب یہ حقوق اللہ میں شامل ہو جاتے ہیں یعنی جب تک مقدمہ عدالت تک نہ پہنچا ہو تب تک تو مدعی کے اختیار میں ہے کہ اگر چاہے تو معاف کر دے لیکن جب فیصلہ عدالت میں پہنچ جائے تب کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں رہتا، یہاں تک کہ جج بھی معاف نہیں کر سکتا۔ اور بعض سزائیں حقوق العباد کے طور پہ ہوتی ہیں، یعنی ان کا تعلق افراد سے ہوتا ہے جیسا کہ قصاص ہے، یہ مقتول کے ورثاء کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتی ہے۔''

لہٰذا عند الاحناف اس جرم کی سزا کو حد کہیں گے جس کا تعلق کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ہو، یعنی یا تو خالص حقوق اللہ سے ہو یا حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہو۔

جمہور کے نزدیک حد کی تعریف

عقوبة مقدرة شرعاً، سواء أكانت حقاً لله أم للعبد۔ (۱۵)

"حد کا اطلاق اس سزا پر ہوتا ہے جو شرعاً مقرر کردہ ہو، چاہے اس کا تعلق اللہ کے حق کے ساتھ ہو یا صرف بندوں کے حق کے ساتھ۔"

یعنی احناف کے علاوہ جمہور فقہاء اس میں تفریق نہیں کرتے کہ اس گناہ اور جرم کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو۔

اختلاف کا فائدہ

چونکہ احناف کے ہاں حدود سے مراد وہ سزائیں ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر ہیں اور ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ لہٰذا حد کا اطلاق تعزیرات پر تو بالاتفاق اس لیے نہیں ہو گا کیونکہ وہ شرعاً مقرر نہیں ہوتیں اور اسی طرح حد کا اطلاق عند الاحناف قصاص پر بھی نہیں ہو گا، کیونکہ قصاص کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے، جبکہ دیگر آئمہ کے ہاں حد کا اطلاق قصاص پر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک حد کی تعریف میں حقوق اللہ کی شرط نہیں ہے۔ (۱۶)

حدود کی اقسام

ڈاکٹر وہبہ زحیلی حدود کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والحدود أنواع: حد الزنا وحد القذف وحد السرقة وحد الحرابة أو قطع الطريق وحد شرب الخمر ونحوه۔ (۱۷)

"وہ سزائیں جن پر حد کا اطلاق ہوتا ہے اس کی مختلف انواع ہیں: حدزنا، حد قذف حد سرقہ، حد حرابہ (ڈاکہ زنی)، حد شرب خمر (حد سکر، حد قصاص، حد ارتداد) وغیرہ۔" (۱۸)

ان میں سے چار جرائم (حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد حرابہ) وہ ہیں جن کی حد قرآن کریم میں مذکور ہے، البتہ شرب خمر کی حد حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ نیز اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ۔ (۱۹)

"جس نے پہلی مرتبہ شراب پی اسے کوڑے مارو، اگر وہ دوبارہ پیتاہے تو اسے پھر سے کوڑے لگاؤ، اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ پیتاہے تو اسے قتل کرو۔"

قابل حد جرائم کی تعداد میں فقہاء کے نزدیک اختلاف پایاجاتا ہے، بعض نے تین، بعض نے پانچ اور بعض نے چھے، آٹھ اور سترہ تک حدود کی تعداد بیان کی ہے۔ (۲۰)

احناف کے نزدیک حدود کی اقسام

احناف کے نزدیک جرائم حدود کی تعداد پانچ ہے، بدائع الصنائع میں علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

فَنَقُولُ: الْحُدُودُ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ: حَدُّ السَّرِقَةِ، وَحَدُّ الزِّنَا، وَحَدُّ الشُّرْبِ، وَحَدُّ السُّكْرِ، وَحَدُّ الْقَذْفِ۔ (۲۱)

"حدود کی پانچ قسمیں ہیں: حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد شرب خمر، حد سکر۔" (۲۲)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی احناف کے ہاں اقسام حدود کے بارے میں لکھتے ہیں:

"احناف کے نزدیک جملہ حدود یہی پانچ ہیں، تاہم وہ حد حرابہ (راہزنی) کو حد سرقہ میں شامل کرتے ہیں۔" (۲۳)

کیونکہ احناف کے نزدیک حد کی تعریف میں حق اللہ تعالی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی وہ جرائم جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، اس لیے احناف کے نزدیک حدود کی اقسام پانچ سے تجاوز نہیں کرتیں۔

جمہور کے نزدیک حدود کی اقسام

جمہور فقہاء کے نزدیک حدود کی سات قسمیں ہیں، پانچ وہ جس کا ذکر ہوا اس کے علاوہ جمہور نے دو اور حدود کا

اضافہ کیا ہے، اس سے زیادہ نہیں ہیں، جمہور فقہاء کے نزدیک دو اضافی ہیں: حد قصاص اور حد ردۃ (مرتد کی حد)، حد قصاق اس لیے ہے کیونکہ غیر احناف کے نزدیک حد اس سزا کو کہتے ہیں جو شارع کی طرف سے مقرر ہو، چاہے حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے ہو، اسی لیے قصاص بھی ان کے نزدیک حد میں شامل ہے اگرچہ یہ حقوق العباد میں سے ہے، بر خلاف احناف کے کیونکہ عندالاحناف حد کا اطلاق اس جرم کی سزا پر ہوتا ہے جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور جس جرم کا تعلق صرف حقوق العباد سے ہو اس پر حد کا اطلاق نہیں ہوتا جیسا کہ حد کی تعریف میں گزر چکا ہے۔

شرعامقدر کا اعتبار کرتے ہوئے وہبہ زحیلی حنبلی حدود کی آٹھ اقسام بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں: حد زنا، حد قذف، حد شرب المسکر، حد سرقہ، حد حرابہ، حد بغاوت، حد ارتداد اور قتل عمد (موجب قصاص) کی حد[۲۴]

علامہ ابن رشد مالکی حدود کی چار اقسام بیان کرتے ہیں لیکن ان چار کے تحت داخل ہونے والی کل اقسام چار سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ وہ چار اقسام درج ذیل ہیں:

جنایات علی الابدان والنفوس والاعضاء: یعنی زخمی کرنا، قتل کرنا یا کسی عضو کو نقصان پہنچانا۔

جنایات علی الفروج: یعنی زنا کرنا یا غیر شرعی شادی کرنا۔

جنایات علی الاموال: یعنی چوری، حرابہ اور بغاوت کرنا۔

جنایات علی الاعراض: یعنی کسی کی عزت مجروح کرنے پر سزا، اس سے مراد حد قذف ہے۔[۲۵]

مزید وسعت دیتے ہوئے علامہ ابن جزی المالکی[۲۶] موجب سزا جرائم کی تعداد تیرہ بیان کرتے ہیں: قتل، جرح (زخم دینا)، زنا، قذف، شرب خمر، بغاوت، حرابۃ (ڈاکہ زنی)، ارتداد (مرتد ہونا)، زندیق ہونا، اللہ تعالی، انبیاء اور ملائکہ کو گالی دینا، جادو کرنا، نماز اور روزہ ترک کرنا۔[۲۷]

علامہ ماوردی شافعی نے چار حدود بیان کی ہیں: حد زنا، حد سرقہ، حد خمر اور حد قذف۔[۲۸]

تعداد حدود میں فقہاء کے اقوال میں جو اختلاف دیکھا جاتا ہے بعض اوقات فرق اعتباری ہوتا ہے جیسا کہ احناف حد سرقہ اور حد حرابہ کو ایک ہی تصور کر لیتے ہیں اور بعض ان دونوں کو الگ متصور کر کے ان کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں، اسی طرح بعض حد شرب اور حد سکر کو الگ الگ شمار کرتے ہیں جیسا کہ احناف ہیں۔ اور بعض ان دونوں کو ایک شمار کرتے ہیں، یعنی تعداد میں جو کمی بیشی نظر آتی ہے بعض جگہ تو حقیقتا ہے اور بعض جگہ فرق اعتباری ہے۔

نفاذ حدود کی حکمتیں

نفس انسانی اور فطرت میں تکمیل خواہشات کا داعیہ موجود ہے جو اپنے مقصد کو پانے کے لیے حد سے گزرنے کو بھی تیار ہو جاتی ہے مثلاً زنا کرنا، دوسرے کے مال کو ہڑپ کرنا، کسی کو قتل کرنا، شراب پی لینا اور کسی کمزور پر زیادتی کرنا

فطرت انسانی میں شامل ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ ان ممنوع حرکات کی روک تھام اور معاشرے کو ان جرائم سے پاک کرنے کے لیے کوئی سد باب کیا جائے، جو کہ شریعت اسلامی کا تقاضہ اور تشریع احکام کے مقاصد میں سے تھا، اسی لئے علماء کرام نے نفاذ حدود کو اللہ تعالی کی رحمت قرار دیا ہے۔

تفسیر تبیان القرآن میں ہے:

"جرائم، فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے مصائب اور بلائیں آتی ہیں، مسخ کئے جانے، زمین میں دھنسنے اور رزق سے محرومی جیسے عذاب نازل ہوتے ہیں، اسی لئے حدود اور تعزیرات کو مشروع کیا گیا تاکہ ان کے خوف اور ڈر سے لوگ جرائم سے باز رہیں اور اللہ تعالی کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچے رہیں، اس لئے حدود کا نافذ کرنا اور جرائم پر سزا دینا بھی اللہ کی رحمت ہے۔"(۲۹)

انسان کی ہر قسم کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے تاکہ معاشرے کو ہر قسم کے فساد سے پاک کیا جائے، چاہے اس مقصد کے حصول کے لیے کسی فرد کی جان بھی لینی پڑ جائے۔ اس امر کی طرف **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ**(۳۰) میں اشارہ موجود ہے۔ کیونکہ اخف البلیتین کے تحت چھوٹے نقصان کو برداشت کرنے میں فائدہ ہے جیسا کہ حکمائے عرب کا قول ہے:

الْقَتْلُ أَنْفَى لِلْقَتْلِ۔ (۳۱)

"یعنی قصاص میں جو ایک فرد کو قتل کیا جاتا ہے وہ معاشرے کو قتل اور خون ریزی سے روکتا ہے۔"

قصاص میں بظاہر تو ایک جان کو قتل کیا جارہا ہوتا ہے، لیکن حقیقتا اس میں تمام نسل انسانی کی حفاظت کی ضمانت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالی اس کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس میں حیات اور بقاء ہے، کیونکہ جب قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے تو اس خوف کی وجہ سے آئندہ کے لئے ہر شخص اس جرم سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

تفسیر سعدی میں ہے:

فلو كانت عقوبة القاتل غير القتل، لم يحصل انكفاف الشر، الذي يحصل بالقتل، وهكذا سائر الحدود الشرعية۔(۳۲)

"اگر قاتل کی سزا قتل کے علاوہ کوئی اور ہوتی تو قتل سے پائے جانے والے شر (اور فساد) کا سد باب نہ ہو پاتا جو قتل کی سزا کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح تمام شرعی حدود میں بھی یہی حکمت مقصود ہوتی ہے۔"

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ قصاص، قتل کا ارادہ کرنے والے کے لئے بھی بقاء ہے اور جس کے بارے میں قتل کا منصوبہ ہو اس کے لئے بھی بقاء ہے اور بلکہ تمام انسانوں کے لئے بقاء اور حیات ہے:

إنَّ شَرْعَ الْقِصَاصِ يُفْضِي إِلَى الْحَيَاةِ فِي حَقِّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يَكُونَ قَاتِلًا، وَفِي حَقِّ مَنْ يُرَادُ جَعْلُهُ مَقْتُولًا وَفِي حَقِّ غَيْرِهِمَا أَيْضًا۔ (۳۳)

"بے شک قصاص قتل کرنے کا ارادہ کرنے والے کو اور جس کو قتل کرنے کا ارادہ ہو، اور بلکہ تمام لوگوں کو حیات بخشتا ہے، یعنی تمام نوع انسانی کے لئے مفضی الی الحیات ہے۔"

امام رازی حکمت قصاص کی وضاحت میں مزید لکھتے ہیں:

أَمَّا فِي حَقِّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يَكُونَ قَاتِلًا فَلِأَنَّهُ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ لَوْ قَتَلَ قُتِلَ تَرَكَ الْقَتْلَ فَلَا يَقْتُلُ فَيَبْقَى حَيًّا، وَأَمَّا فِي حَقِّ مَنْ يُرَادُ جَعْلُهُ مَقْتُولًا فَلِأَنَّ مَنْ أَرَادَ قَتْلَهُ إِذَا خَافَ مِنَ الْقِصَاصِ تَرَكَ قَتْلَهُ فَيَبْقَى غَيْرَ مَقْتُولٍ... (۳۴)

"قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والے کے حق میں اس طرح حیات اور بقاء ہے کہ جب اسے یہ معلوم ہو کہ اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا تو وہ قتل کرنے سے اجتناب کرے گا اس طرح وہ قصاص میں قتل ہونے سے بچ جائے گا لہذا قصاص اس کے لئے بھی حیات اور بقاء ثابت ہوا، اور جس کو قتل کرنے کا کسی نے ارادہ کیا ہو اس کے حق میں بھی حیات ہے کیونکہ قصاص کے خوف میں قتل کرنے والا جب اپنے ارادے سے باز آئے گا تو وہ قتل ہونے سے بچ جائے، لہذا حکم قصاص ہر شخص کے لئے بقاء اور حیات کا ضامن ہے۔"

قصاص کی حکمتیں

ا۔ انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنا

کسی قتل کے نتیجے میں ورثاء کی جانب سے بھڑکنے والی انتقام کی آگ کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جو ان معاملات سے دوچار ہو رہا ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں قتل وغارت کا ایک باب کھل جاتا ہے اور ایک قتل کے بدلے میں کئی قتل وجود میں آتے ہیں، قصاص اس کے سد باب کے لئے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ جب قانون قاتل کو گرفت میں لا کر اسے سزا دیتا ہے تو انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اس طرح کوئی شخص اس کے رد عمل میں قانون کو ہاتھ میں بھی نہیں لیتا۔

محاسن التاویل میں ہے:

إن أولياء المقتول تغلي قلوبهم بالغيظ، حتى يؤثروا أن يقتلوا القاتل وأولياءه وربما لم يرضوا بقتل القاتل، بل يقتلون كثيرا من أصحاب القاتل... فيفضي إلى الفتن والعداوة العظيمة۔ (۳۵)

"بے شک مقتول کے ورثاء کے دلوں میں (انتقام کی) آگ بھڑک رہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ قاتل اور اس کے معاونین کو قتل کرنے تک ان کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی، اور بعض اوقات تو قاتل کو قتل کرنے

سے بھی جی نہیں بھرتا بلکہ اس کے تعلق داروں میں سے بہت سے افراد کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بہت بڑے فتنے اور دشمنی کا موجب بنتا ہے۔"

۲۔ جرائم اور فساد سے پاک معاشرے کا قیام

جب قانون کی بالادستی ہو اور مجرم کو وقت پر سزا دی جائے تو کمزور سے کمزور شخص بھی ظالم کے ظلم کی چکی میں پسنے سے محفوظ رہتا ہے اور کوئی شخص بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کے بجائے عدالت سے انصاف کا منتظر رہتا ہے، اس طرح ایک پرامن معاشرے کا قیام وجود میں آجاتا ہے۔

۳۔ انسانیت کی بقاء وحیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (۳۶)

"اور تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے اے عقل والو، تاکہ تم (خونریزی سے) بچو۔"

قصاص کی تمام حکمتوں کا نچوڑ یہی حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قصاص میں حیات ہے، کیونکہ قصاص کے نتیجے میں انتقام کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور معاشرہ پرامن ہو جاتا ہے اور خون ریزی کا سدباب ہو جاتا ہے لہٰذا اسی میں انسانیت کی حیات اور بقاء ہے۔

محاسن التاویل میں ہے:

وأخبر أنّ فيه حياة۔ (۳۷)

"باری تعالیٰ نے (ہمیں) خبر دی کہ قصاص میں حیات ہے۔"

پرامن معاشرہ کے قیام اور خون ریزی کے سدباب کے لئے قصاص کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک قتل پوری نسانیت کے قتل کے مترادف ہے، قتل ایک جرم عظیم ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قتل کو سات مہلکات میں شامل فرمایا ہے:

اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالحَقِّ... (۳۸)

"سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا شرک باللہ، جادو اور کسی ایسی جان کو قتل کرنا جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہو مگر (شرعی) حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیموں کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن مومنہ آزاد عورتوں پر زنا کی

تہمت لگانا۔"

ان سات کاموں کو نبی کریم ﷺ نے ہلاک کرنے والے کام قرار دیا ہے اور ان سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، یعنی یہ کام انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں اور قتل بھی ان میں شامل ہے۔

مصالح ضروریہ کے اعتبار سے حدود کی حکمتیں

چونکہ تمام شریعتیں انسانی مصالح کی محافظ ہیں اور اسلام جو ایک کامل دین ہے اس کے تمام احکام انسانی حقوق، مصالح اور سابقہ شرائع کے محافظ ہیں، جیسا کہ امام غزالی شرعی احکام کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فإن جلب المنفعة و دفع المضرة مقاصد الخلق و صلاح الخلق في تحصيل مقاصدهم، لكنا نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع، و مقصود الشرع من الخلق خمسة: وهو أن يحفظ عليهم دينهم و نفسهم و عقلهم و نسلهم و مالهم، فكل ما يتضمن حفظ هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة، و كل ما يفوت هذه الأصول فهو مفسدة و دفعها مصلحة۔ (۳۹)

"تشریع احکام کا مقصد مصالح کو حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا ہے، کیونکہ شریعت کے ہر حکم پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات ہماری عقلیں اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے لازم نہیں کہ اس کی حکمت یا مصلحت بھی ہمیں معلوم ہو یعنی اگر مصلحت معلوم ہو تو اس پر عمل کریں ورنہ چھوڑ دیں، بلکہ مصلحت کا ادراک ہو یا نہ ہو اس حکم کو بجالانے کے لیے ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ شارع کی طرف سے حکم وارد ہوا ہے۔"

مصالح کی تین اقسام: ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ میں سے پہلے درجے پر مصالح ضروریہ ہیں جن کے تحت اصول خمسہ (حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت عقل، حفاظت نسب اور حفاظت مال) آتے ہیں، جن کی روشنی میں فلسفہ نفاذ حدود کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ اسلام حدود نافذ کرکے ان مصالح کی حفاظت کس طرح کرتا ہے۔

حفاظت دین

دین کی حفاظت بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ شرائع سماویہ میں دین پامالی کی اجازت نہیں، بطور خاص اسلام میں حفاظت دین کے لیے حد ارتداد کا حکم اس لیے مقرر ہے تاکہ دین کو بازیچہ اطفال نہ بنایا جائے، جو ان کے حقوق کا محافظ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (۴۰)

"اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا پھر (اسی) کفر کی حالت میں مرے پس ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو جائیں گے اور وہی لوگ اہل جہنم ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

مرتد کی اخروی سزا تو یہ ہے کہ اس کے تمام اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ٹھہرے گا لیکن دنیوی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے، البتہ اسے توبہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کیا جائیگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ۔ (۴۱)

"جس (مسلمان) نے اپنے دین کو بدلا اسے قتل کر دو۔"

نیز اس پر اہل علم کا اجماع ہے چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی مرتد کی حد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وأجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد۔ (۴۲)

"مرتد کے قتل کے وجوب پر اہل علم کا اجماع ہے۔"

حد ارتداد، دین کی حفاظت کے لیے قائم کی گئی ہے کیونکہ مرتد شخص لوگوں کے دین کو خراب کرتا ہے اور ان کے نظروں میں دین کو ہلکا بنا دیتا ہے، تاہم حد جاری کرنے سے باقی لوگ نہ صرف اس فعل قبیح سے باز رہیں بلکہ اس طرح لوگوں کے ایمان کی حفاظت ہو جائے گی جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں نجات کا سبب ہو گا۔

حفاظت نفس

جس طرح جسم انسانی کے ایک فاسد جزء کو اپریشن کے ذریعے دور کرنے کو جسم کا نقصان نہیں کہا جاتا، اسی طرح ایک فسادی انسان کو سماج سے قتل کے ذریعے دور کرنے کو بھی نقصان نہیں کہلانا چاہیے، بلکہ یہ عمل انسانیت کے لیے زندگی بخش ہے، کیونکہ قصاص میں جو ایک جان لی جارہی ہے، اس کے بدلے ہزاروں جانوں کو تحفظ مل رہا ہے اور ہمیشہ کیلئے قتل و غارت کا سدباب ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس حد کے نفاذ کو حیاتِ انسانی سے تعبیر فرمایا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔ (۴۳)

"اور تمہارے لئے قصاص میں ہی زندگی ہے اے عقل مند لوگو۔"

حفاظت عقل

آج دنیا میں جتنی بھی ہمہ جہت سائنسی ترقی نظر آرہی ہے عقل انسانی کا کرشمہ اور اس کا مرہونِ منت ہے، اس لیے اسلام نے عقل کی حفاظت کو مصالح ضروریہ میں شامل کیا ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لیے حد شرب خمر مقرر کیا ہے، یعنی اسلام میں شراب نوشی یا ہر نشہ آور چیز کی ممانعت اسی مصلحت کے لیے کی گئی ہے کیونکہ شراب

عقل کو مفلوج کر دیتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا:

فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (۴۴)

"اے یمان والو! اس شیطانی فعل سے باز آجاؤ۔"

یہ شیطانی عمل تھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال شیطانی عمل ہے اس سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ یہ انسان کی اس قیمتی متاع عقل کے لیے زہر قاتل ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

حُرِّمَتِ الْخَمْرُ بِعَيْنِهَا قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا۔ (۴۵)

"شراب کو بعینہ حرام کیا گیا ہے، چاہے اس کا تھوڑا ہو یا زیادہ ہو (حرمت میں برابر ہے)۔"

شراب چاہے تھوڑی پی جائے یا زیادہ حرام ہے، نشہ دے یا نہ دے اس پر حد جاری کی جائیگی، اس کو جو مسلمان ہوتے ہوئے حلال جانے گا وہ کافر قرار پائے گا کیونکہ اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، نیز اسے دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے:

إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔ (۴۶)

"اللہ تعالی نے تمہارے لیے حرام کردہ چیز میں شفاء نہیں رکھی۔"

اسی لیے شراب کو بطور علاج استعمال نہیں کیا جا سکتا البتہ فقہاء نے لکھا ہے کہ ضرورت کے وقت بقدر ضرورت استعمال کرنا جائز ہے، ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اگر پانی نہ مل رہا ہو موت کا اندیشہ ہو تو جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت استعمال جائز ہے۔ مسلمان پر اسکی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اگر کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کے پاس بطور امانت رکھی اور اس نے ضائع کر دی تو ضائع کرنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہوگی۔ (۴۷)

شراب کی حد حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ۔ (۴۸)

"جس نے پہلی مرتبہ شراب پی اسے کوڑے مارو، اگر وہ دوبارہ پیتا ہے تو اسے پھر سے کوڑے لگاؤ، اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ پیتا ہے تو اسے قتل کرو۔"

اس کی حد میں امام شافعی کے علاوہ تمام فقہاء نے حد قذف کا اعتبار کرتے ہوئے اسی کوڑے جبکہ امام شافعی کے نزدیک چالیس کوڑے ہیں۔ (۴۹)

حفاظت نسب

اس سے مراد حفاظت نسل ہے، نسل کی حفاظت کیلئے حد قذف کو نافذ کیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص کسی پاکدامن

پر تہمت لگا کر اسے رسوا اور اس کے مولود کی نسل کو مشکوک نہ کر سکے۔ اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً۔ (۵۰)

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو تم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اسی کوڑے لگاؤ۔"

نسب میں اضطراب اور فساد پیدا کرنا ہلاکت خیزی کا سبب ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس کو سات ہلاکت خیز چیزوں میں شمار کیا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ اس سے بچو، ان میں سے ایک وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلاَتِ (۵۱) (پاک دامن بھولی بھالی اہل ایمان عورتوں پر تہمت لگانا ہے)

آیت کریمہ کی رو سے حد قذف اسی کوڑے ہیں تاہم اس کی گواہی قبول نہ کرنا اور اسے فاسق قرار دینا اس کی اصلاح کیلئے اضافی سزا ہے، تاکہ معاشرے میں محتاط روش کو پیدا کیا جا سکے۔

حفاظت مال

مال جسے قوام حیات اور اسلام میں خیر سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کی حفاظت کے لیے حد سرقہ (چوری کی حد) مقرر ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا۔ (۵۲)

"اور چوری کرنے والا (مرد) اور چور کرنے والی (عورت) سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

اب ہاتھ کاٹنے کے حکم سے محض کسی کی اہانت یا کسی کو محض تکلیف دینا مقصود نہیں بلکہ اصل مقصد معاشرے کو اس جرم سے پاک کرنا ہے تاکہ لوگوں کا مال محفوظ رہ سکے، اور اجتماعی مفاد اور اصلاح کو یقینی بنایا جا سکے جو ایک فرد کی سزا کی صورت میں معاشرے کے لیے جرائم سے رکنے کا باعث ہو گا۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

إن الحكمة من هذه الحدود أو العقوبات: هي زجر الناس وردعهم عن اقتراف تلك الجرائم، وصيانة المجتمع عن الفساد، والتطهر من الذنوب۔ (۵۳)

"ان حدود اور سزاؤں کی حکمت یہی ہے کہ لوگوں کو زجر وتوبیخ کے ذریعہ جرائم کے ارتکاب سے روکا جائے اور معاشرے کو فساد سے محفوظ کیا جائے اور گناہوں سے پاک کیا جائے۔"

تو گویا یہ سزائیں معاشرے پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ ان میں اصلاح معاشرہ مضمر ہے، تاکہ لوگ کسی کی جان، مال یا عزت پر حملہ کرنے سے باز آ جائیں، اور یوں پر امن وپر سکون معاشرہ ممکن بنایا جا سکے۔

دیگر مذاہب میں حدود کا تصور

اسلامی شریعت کی طرح دیگر الہامی وغیر الہامی مذاھب میں بھی سزاؤں کا تصور پایا جاتا ہے اگرچہ طریقہ کار میں اختلاف نظر آتا ہے لیکن سزاؤں کا وجود بہر حال پایا جاتا ہے، بائبل میں کوڑوں، رجم (سنگسار) کرنے اور زندہ جلانے کی سزا بھی موجود ہے، جیسا کہ خداوند کے نام پر کفر بکنے، سورج، چاند یا اجرام فلکی کی پوجا کرنے اور والدین کی نافرمانی پر سنگسار کرنے کی سزا ہے اور اسی طرح بائبل میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں زنا کی سزا سنگساری تھی۔ (۵۴)

شرائع سابقہ میں سزاؤں کے متعلق شاہ ولی اللہ تحریر کرتے ہیں:

وَاعْلَم أَنه كَانَ من شَرِيعَة من قبلنَا الْقصاص فِي الْقَتْل، وَالرَّجم فِي الزِّنَا وَالْقطع فِي السّرقَة… (۵۵)

"شرائع سابقہ میں قصاص کی سزا قتل اور زنا کی سزا رجم اور چوری کی سزا (ہاتھ کا) کاٹنا ہے۔"

بدھ مت میں زنا کی سزا قتل ہے:

"بدھ مت میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانی زنا کرتا ہوا جہاں پکڑا جائے وہیں اس کو قتل کر دیا جائے۔۔۔" (۵۶)

اسی طرح بدھ مت کی قدیم تاریخ میں والدین کی نافرمانی یا جھوٹی گواہی دینے پر اعضاء کاٹنا، جلاوطن کرنا اور کوئیں میں قید کر کے بھوکا مار دینے جیسی سنگین سزاؤں کا وجود بھی ملتا ہے۔

اسی طرح ہندو دھرم میں حرابہ (ڈاکہ زنی) کے جرم میں مجرموں کے ہاتھ کاٹے جاتے اور اگر ان کے ہاتھوں کوئی قتل ہو جاتا تو اس کی سزا میں انہیں قتل کیا جاتا، اور اگر کوئی ڈاکوؤں کو پناہ دیتا یا ان کی معاونت کرتا تو اسے بھی سزا موت دی جاتی۔ (۵۷)

اور ہندو دھرم میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا جاتا اور زانی مرد کو لوہے کے پلنگ کو آگ سے گرم کر کے اس پر ڈال دیا جاتا اس طرح انہیں ذلت کی موت دی جاتی۔ (۵۸)

انگریزی نظام میں بھی ان سزاؤں کا تصور موجود تھا، ۱۹۷۰ء تک بدن کے ٹکڑے کرنا، زندہ جلانا، اعضاء کا کاٹنا اور بعض یورپی ممالک میں پہاڑ سے گرا دینے جیسی سنگین سزائیں بھی رائج تھیں۔ ہندوستان میں سزاؤں کا نظام انگریزوں نے قائم کیا تھا اور اس میں کوڑوں کی سزا کو برقرار رکھا گیا، نیز اس میں بلا تفریق عورت و مرد کو سختی کے ساتھ یکساں کوڑے مارے جاتے تھے۔ مزید برآں رہزنی کی سزا موت، چور کو غلام بنانے اور سلاخوں میں داغنے جیسی سزائیں بھی انگریزی دور حکومت میں رائج رہیں۔ (۵۹)

شرائع سابقہ میں سے شریعت موسوی اور شریعت عیسوی میں بھی یہ سزائیں موجود تھیں جیسا کہ صحیح بخاری کی

روایت میں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے تو آپ اللہ ﷺ نے فرمایا:

ماتجدون في التوراة في شأن الرجم۔ (۶۰)

"تم تورات میں رجم کے بارے میں کیا پاتے ہو؟"

انہوں نے کہا ہم تو کوڑے مارتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو تورات میں تو (شادی شدہ) زانی کی سزا رجم ہے، پھر کہا تورات لاؤ، جب تورات کو کھولا گیا تو ان میں سے ایک نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھنے لگا حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ ہاتھ ہٹاؤ جب ہاتھ ہٹایا تو اس میں آیت رجم تھی۔ اس روایت سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ تورات میں بھی زنا کی سزا رجم موجود تھی۔

"موجودہ بائبل میں بھی اس کی تائید ملتی ہے کہ شریعت موسوی میں زنا کی سزا کوڑے اور قتل تھی اور موجودہ انجیل میں بھی موجود ہے کہ زنا کی سزا رجم ہے۔" (۶۱)

آج بھی جن ممالک میں اسلامی سزائیں عملی طور پر نافذ ہیں، وہاں نسبتاً جرائم کی شرح کم ہے جس کی مثال مملکت سعودی عرب ہمارے لئے قابل ذکر ہے۔ ایک سرکاری سروے رپورٹ کے مطابق سعودی عرب میں شرح جرائم کی تفصیل اس طرح ہے:

"سعودی عرب میں نفاذ حدود کے بعد سے جرائم کی شرح میں ریکارڈ کی کمی ہوئی ہے، ۱۹۶۶ء میں وزارت داخلہ کے سروے کے مطابق ہر ایک ہزار افراد میں جرائم کی شرح ۳۲ فیصد تھی اور یہ پہلا سال تھا، اس سال کے بعد سے شرح جرائم میں خاطر خواہ کمی نوٹ کی گئی جو ۱۹۷۵ء تک ۱۸ فیصد فی ہزار فرد تک پہنچ گئی تھی۔" (۶۲)

اور جن ممالک میں قانون کی بالادستی اور سزاؤں کا نفاذ نہ ہونے کے برابر ہو یا نفاذ حدود میں غیر شرعی رواداری یا نرمی برتی جائے، وہاں کا معاشرہ بدامنی کا شکار نظر آتا ہے، پاکستان کی صورت حال ہمارے سامنے ہے، چوری، ڈکیتی، ریپ، قتل، کرپشن جیسے واقعات ہر آئے دن سننے کو ملتے ہیں، پاکستان کے علاوہ کچھ دیگر ممالک میں بھی اس طرح کی صورتحال پائی جاتی ہے یہ سب قانون کی عدم بالادستی اور عدم نفاذ حدود کا نتیجہ ہے، حال ہی میں ناروے میں قران کریم کے جالانے کا واقعہ بھی اسی کا نتیجہ ہے، جہاں انٹرنیشل لاء کے پرخچے اڑاتے ہوئے کسی مذہب کی سرعام تذلیل کی جارہی ہو اور پولیس تماشائی بنی رہے تو وہاں سامنے کھڑے مجمع سے عمر نامی شخص کا نکل کر اپنے جذبات سے بے قابو ہو جانا اور از خود حملہ آور ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہوتی، اور اگر قاتل کو اپنے انجام قصاص کا خوف یقینی ہوتا تو دن دہاڑے نیوزی لینڈ کی جامع مسجد میں اطمنان کے ساتھ کئی منٹوں تک نمازیوں پر گولیاں برسانے والا بھی نظر نہ آتا، غازی علم الدین شہید اور عامر چیمہ کے واقعات بھی اسی لاقانونیت اور ناانصافی کا ردعمل ہیں، ان جیسے واقعات میں اگر مجرموں کو پہلے

سے ہی قانون کی گرفت میں لایا جاتا تو کبھی یہ واقعات پیش ہی نہ آتے۔

نفاذ حدود میں غیر شرعی نرمی اور رواداری کا تصور

سزاؤں کے نفاذ کے حوالے سے یہ بات بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کہ حدود اللہ کے نفاذ میں کسی قسم کی غیر شرعی رواداری سے مکمل اجتناب کیا جائے، اس تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اسلامی حدود اور عقوبات کی حکمتیں انسان کی اصلاح اور معاشرے کو فساد سے پاک کرنا ہے، اب اگر حدود اللہ کے نفاذ میں انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں، اور غیر شرعی نرمی اور رواداری برتی جائے تو اس کی حکمت اور مقصد فوت ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے مجرمین کے ساتھ سختی برتنے کا حکم فرمایا ہے:

وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ (۶۳)

"اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے۔"

تفسیر اضواء البیان میں ہے:

أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ لَا تَلْحَقُهُ رِقَّةٌ فِي إِقَامَةِ الْحُدُودِ۔ (۶۴)

"(مفسر علیہ الرحمہ حد نافذ کرنے والے کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) اس کے اندر ایسی نرم دلی نہ ہو کہ اسے حد جاری کرنے میں روکاوٹ پیدا کر دے۔"

شریعت میں اس چیز کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں کہ اگر کوئی غریب و نادار کے بیٹے کے خلاف مقدمہ پیش ہو اسے تو فوری سزا دی جائے اور اگر کوئی مال دار، سیاست دان، کسی اعلی خاندان و نسب سے تعلق رکھنے والے یا کسی وڈیرے کے بیٹے سے جرم سرزد ہو جائے تو اس سے نرمی برتی جائے، یا اسے سزا اور قانون سے مستثنیٰ کیا جائے۔ ایسا کرنا گویا معاشرے میں فساد اور بگاڑ کو رواج دینے کے مترادف ہو گا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس طرزِ عمل کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے فرمایا: اے اسامہ بن زید! کیا تم حدود اللہ کے معاملے میں سفارش کرتے ہو؟

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔ (۶۵)

"بے شک اللہ تعالی نے تم سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیونکہ جب ان میں کوئی شریف (یعنی مال دار یا خاندانی عزو شرف رکھنے والا شخص) چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص چور کرتا تو اس پر حد قائم کرتے، اور اللہ کی قسم اگر (بالفرض) فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی (بطور حد) ہاتھ کاٹ دیتا۔"

حدیث مذکور ہمارے لیے قابلِ غور ہے، خاص طور پر ان سیاست دانوں اور عدالتوں میں فیصلہ کرنے والے

وکلاء اور ججز کے لیے جن پر عدل وانصاف قائم کرنے کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے، بلکہ یہ حدیث دنیا والوں کے لیے بے نظیر مثال ہے کہ مسلمانوں کے نبی، خلق خدا کے سردار، اللہ کے حبیب ﷺ فرمارہے ہیں کہ اگر اس جگہ میری بیٹی فاطمہ ہوتی تو میں اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا۔

علماء نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حدود اللہ میں (جن کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہو) جب معاملہ عدالت میں چلا جائے تو اس وقت جس طرح کسی اور شخص کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں اسی طرح اب حاکم یعنی قاضی یا جج کو بھی معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے، یعنی اگر مدعی معاف بھی کرنا چاہے تب بھی جج معاف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اب حقوق اللہ کے زمرے میں آچکا ہے، جبکہ فیصلہ عدالت میں جانے سے پہلے وہ حقوق العباد کے زمرے میں تھا۔ ہاں البتہ جب تک فیصلہ عدالت تک نہ پہنچا ہو تو اس کے حق میں کسی کی سفارش کرنا یا مدعی کا معاف کرنا اس شرط پر ہے کہ اگر وہ شخص اشتہاری اور عادی مجرم نہ ہو، اگر وہ عادی مجرم ہے اور لوگ اس سے تنگ آچکے ہیں تو اس کے حق میں نہ سفارش کی جائے اور نہ اسے معاف کیا جائے بلکہ اسے عدالت میں پیش کیا جائے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو سکیں۔ اور اگر وہ شخص عادی مجرم نہ ہو بلکہ پہلی بار اس سے ارتکاب جرم ہوا، اور معاف کرنے سے اس کے عادی ہو جانے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اسے معاف کر دینا چاہیے، اور اس کے حق میں سفارش بھی جائز ہے۔[(۶۶)]

نتائج

- حدود اللہ میں سے چار حدود (حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد حرابہ) تو قرآنی آیات سے ثابت ہیں اور پانچویں حد شرب خمر کا ثبوت حدیث اور اجماع صحابہ سے ہے۔
- احناف کے علاوہ اکثر فقہاء نے سات جرائم قابل حد بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں: زنا، چوری، قذف، جرابہ، شراب پینا، ارتداد اور قصاص۔ جبکہ اکثر احناف پانچ بیان کرتے ہیں: حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد شرب خمر، حد سکر یعنی خمر (انگور سے بنائی گئی شراب) کے علاوہ کسی اور چیز سے بنائی گئی شراب، احناف حرابہ کو سرقہ میں شامل کرتے ہیں۔
- نفاذ حدود کا مقصد لوگوں کی اصلاح اور بھلائی ہے اور اصول خمسہ جو کہ مصالح ضروریہ میں سے ہے، کی حفاظت مطلوب ہے تاکہ معاشرے کو فتنہ وفساد سے پاک کیا جائے، اور پرامن معاشرے کی تشکیل کو ممکن بنایا جا سکے۔
- اسلامی حدود کا تصور صرف اسلام میں نہیں بلکہ اس کے علاوہ دیگر آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں بھی ان جیسی سزاؤں کا تصور پایا جاتا ہے۔

- وہ جرائم جن کا تعلق خالصتاً حقوق اللہ سے ہے جیسے زنا اور شراب پینا، ان کا کیس عدالت میں پیش ہو جانے کے بعد جج کو بھی معاف کرنے کا اختیار نہیں اور جن جرائم کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہے جیسے قذف (تہمت لگانا) اور چوری، ابتداءاً ان کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے جب تک کیس عدالت میں نہ پہنچا ہو جب کیس عدالت میں پہنچ جائے پھر یہ حقوق العباد کے زمرے میں چلے جاتے ہیں اس لئے عدالت میں کیس جانے سے پہلے پہلے اگر متاثرین معاف کر دیں تو معافی قابل قبول ہو گی لیکن کیس عدالت میں پہنچ جانے کے بعد کسی کو معاف کرنے کا اختیار نہیں۔
- نفاذ حدود میں غیر شرعی نرمی اور کسی قسم کی رواداری اس لیے ممنوع ہے کہ اس سے نفاذ حدود کا مقصد اور حکمت زائل ہو جاتی ہے۔

تجاویز و سفارشات

- جو احکام قرآن و سنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہیں، اس کے نفاذ میں ضرور خیر و بھلائی ہے۔ حکومت اسے ضرور نافذ کرے تاکہ نہ صرف آخرت بلکہ دنیا میں بھی رعایا کو مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔
- نفاذ حدود میں کسی قسم کی رواداری اور نرمی خدائی احکام میں تغیر و تبدل کے مترادف ہے، اس سے لازماً بچا جائے۔
- جرائم کا تعلق خواہ حقوق اللہ سے ہو یا پھر حقوق العباد سے دونوں جب دائرہ قضاء میں داخل ہو جائیں، ان میں کسی قسم طرف داری یا غیر ضروری نرمی اور نفاذ میں تساہل سے کام نہ لیا جائے۔
- شرعی عدالتوں میں تجربہ کار اور مستند علماء کی تقرری کی جائے، حدود اور تعزیرات پر کوئی فیصلہ ان کی نظر سے گزرے بغیر نہ ہو، ججز اپنا فیصلہ سنانے سے قبل ان کی آراء ضرور لیں تاکہ حدود جیسے حساس فیصلوں میں کسی قسم کی غلطی واقع نہ ہو۔
- عدالتوں میں عدل و انصاف کو عملی طور پر قائم کرنے کیلئے قانون سازی کی جائے اور اس پر مکمل طور پر عمل کیا جائے تاکہ مظلوم کی دادرسی ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ البقرہ، ۱۷۹

۲۔ الزُّحَيلِيّ، وَهْبَة بن مصطفى: الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، دار الفكر، دمشق، سورية، ۷/۵۲۷۵

۳۔ الجرجاني، علي بن محمد: کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۸۳ء، ۱/ ۸۳

۴۔ الأنصاري، زکریابن محمد: الحدود الأنیقة والتعریفات الدقیقة، تحقیق د. مازن المبارک، دار الفکر المعاصر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ء، ۱/ ۶۵

۵۔ ابن منظور، محمد بن مکرم: لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ۳/ ۱۴۰، وسليمان بن أحمد، المعجم الکبیر (الطبراني)، تحقیق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، مکتبة ابن تيمية القاهرة، ۱/ ۲۶۴

۶۔ النسفي، أبو البرکات عبد الله بن أحمد: کنز الدقائق، دار البشائر الإسلامية، ۲۰۱۱ء، ۳/ ۱۶۳

۷۔ کتاب التعریفات، ۱/ ۸۳

۸۔ لسان العرب: ۳/ ۱۴۰

۹۔ الزَّبيدي، محمّد بن محمّد المرتضى: تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، ۸/ ۷

۱۰۔ لسان العرب: ۳/ ۱۴۰

۱۱۔ البقرۃ: ۱۸۷

۱۲۔ البقرۃ: ۲۲۹

۱۳۔ القونوي الحنفي، قاسم بن عبد الله، أنيس الفقهاء في تعريفات الألفاظ المتداولة بين الفقهاء، تحقيق: يحيى حسن مراد دار الکتب العلمية، ۲۰۰۴ء، ۱/ ۶۱

۱۴۔ الفِقْهُ الإسلاميُ وأدلَّتُهُ، ۷/ ۵۲۷۵

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ قصاص کو قابل حد جرم شمار کرنا ان کے نزدیک ہے جو حد کی تعریف میں حقوق اللہ کی شرط نہیں لگاتے اور جن کے نزدیک حد کا اطلاق اس جرم کی سزا پر ہوتا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کر ہو اور جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، ان کے نزدیک قصاص حدود میں شامل نہیں ہے، کیونکہ یہ مقدر من اللہ تو ہے لیکن حق اللہ میں سے نہیں بلکہ حقوق العباد میں سے ہے۔

۱۹۔ السِجِستاني، سليمان بن الأشعث: سنن أبي داؤد، تحقيق: محمد محيي الدين، المکتبة العصرية، صيدا، بیروت، ۴/ ۱۶۵

۲۰۔ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، تاریخ نفاذ حدود، ناشر: شیخ زاید اسلامک ریسرچ سینٹر، سن طباعت: ۲۰۱۵ء: ۵۸

۲۱۔ الکاساني، أبو بکر بن مسعود الحنفي: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الکتب العلمية، ۱۹۸۶ء، ۷/ ۳۳

۲۲۔ خمر سے مراد (ماء العنب النيء المتخمر) انگور سے بنا ہوا کچا پانی جو کہ نشہ آور ہو، اور سکر سے مراد ہر وہ پانی جو مسکر ہو

انگور کے علاوہ کسی اور چیز جیسے جو، مکئی یا شہد وغیرہ سے بنا ہو (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۷/۵۲۷۶)

۲۳۔ الفِقْهُ الإسلاميُ وأدلَّتُهُ، ۷/۵۲۷۵

۲۴۔ ایضا، ۷/۵۲۷۶

۲۵۔ ابن رشد، محمد بن أحمد: بداية المجتهد ونهاية المقتصد، دار الحديث القاهرة، ۲۰۰۴ء، ۴/۱۷۷.

۲۶۔ ان کا نام محمد بن احمد بن عبد اللہ اور کنیت ابو القاسم ہے، بہت بڑے فقیہ اور اہل غرناطہ کے علمائے لغت و اصول میں سے تھے، ان کی کتب میں سے القوانین الفقهيه فی تلخيص مذهب المالكيه، تقريب الوصول الى علم الاصول اور البارع فی قراءة نافع قابل ذکر ہیں۔ (الاعلام للزرکلی: ۵/۳۲۵)

۲۷۔ ابن جزي، أبو القاسم، محمد بن أحمد بن عبد الله، الكلبي الغرناطي: القوانين الفقهية، ص ۲۲۶.

۲۸۔ الماوردي، علي بن محمد: الأحكام السلطانية، دار الحديث القاهرة، ص ۳۴۴

۲۹۔ سعیدی، علامہ غلام رسول: تفسیر تبیان القرآن، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، سن ۱۴۲۶ھ، ۸/۲۱۶

۳۰۔ تمہارے لیے قصاص میں حیات ہے (البقرہ: ۱۷۹)

۳۱۔ الاختیار لتعلیل المختار، ۴/۷۹

۳۲۔ عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدي: تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان (المعروف: تفسير السعدي)، تحقيق: عبد الرحمن بن معلا اللويحق، مؤسسة الرسالة، ١٤٢٠ھ، ص ۸۴

۳۳۔ الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر فخر الدين: التفسير الكبير، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ۱۴۲۰ھ، ۵/۲۲۹

۳۴۔ ایضا

۳۵۔ القاسمي، محمد جمال الدين بن محمد سعيد بن قاسم: محاسن التأويل، تحقيق: محمد باسل عيون السود، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۸ھ، ۲/۵

۳۶۔ البقرۃ ۱۷۹

۳۷۔ محاسن التاویل: ۲/۵

۳۸۔ محمد بن إسماعيل: صحيح البخاری، تحقيق: محمد زهير بن ناصر، دار طوق النجاة، ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي، ۱۴۲۲ھ، باب قول الله تعالى: إن الذين يأكلون... ۴/۱۰

۳۹۔ الغزالی، أبو حامد، محمد بن محمد، المستصفی، تحقیق: محمد عبد السلام عبد الشافی، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء، ۱/۱۷۴

۴۰۔ البقرۃ: ۲۱۷

۴۱۔ صحیح البخاری، باب: حكم المرتد والمرتدة واستتابهم، ۹/۱۵

۴۲۔ الفقه الإسلامي وأدلته، ۵۵۸۰

۴۳۔ البقرۃ: ۱۷۹

۴۴۔ المائدہ:۹۰

۴۵۔ أحمد بن شعیب، السنن النسائی، تحقیق وتخریج: حسن عبد المنعم شلبي، مؤسسة الرسالة بیروت ۲۰۰۱ء، باب: ذِكْرُ الْأَخْبَارِ الَّتِي اعْتَلَّ بِهَا مَنْ أَبَاحَ شُرْبَ الْمُسْكِرِ، ۵/۱۰۸

۴۶۔ صحیح بخاری، ۷/۱۱۰

۴۷۔ دیکھیے الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۷/ ۵۴۹۳-۵۴۹۴

۴۸۔ سنن ابوداؤد، ۴/۱۶۵

۴۹۔ دیکھیے الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۷/۵۴۸۸

۵۰۔ النور:۴

۵۱۔ صحیح بخاری، باب رمی المحصنات، ۸/۱۷۵

۵۲۔ المائدۃ:۳۸

۵۳۔ الفِقْهُ الإسلاميُ وأدلَّتُهُ، ۷/۵۲۷۷

۵۴۔ ملاحظہ کیجیے: تاریخ نفاذ حدود، ص ۴۲-۴۳

۵۵۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ناشر دار الجیل، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء، ۲/۲۴۵

۵۶۔ امداد صابری، قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم وسزا، دہلی، بمبئی پریس، ۱۹۴۴ء، ۱/۵۶

۵۷۔ ایضاً، ۱/۴۸

۵۸۔ ایضاً، ۱/۴۷

۵۹۔ تاریخ نفاذ حدود، ۴۵-۴۶

۶۰۔ صحیح بخاری، ۸/۱۷۲

۶۱۔ تاریخ نفاذ حدود، ۷۱-۷۵

۶۲۔ ایضاً، ۲۸۲

۶۳۔ النور: ۲

۶۴۔ الشنقیطي، محمد الأمین بن محمد المختار: تفسیر أضواء البیان، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ، ۱/۲۸

۶۵۔ صحیح بخاری، ۴/۱۷۵

۶۶۔ الجزیري، عبد الرحمن بن محمد: الفقه علی المذاهب الأربعة، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، ۲۰۰۳ء، ۵/۱۲